بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

اِک سال گیا، اِک سال آیا۔

پچھلا سال جاتے جاتے اپنے ساز سے درد بھرے نغمے سُنا رہا ہے اور اس کے تاروں سے لہو رس رہا ہے۔ مجاہدینِ افغانستان کی دہ سالہ جنگ رُوسی جارحیت کے کوہ میں پھیلے ہوئے ہزارہا بے گناہ اور مظلوم افراد — برما اور یوگوسلاویہ میں مسلمانوں کے مظلومانہ احوال کے ساتھ بھارت میں چند میل کے فاصلے پر مسجد بابری کے انہدام اور رام جنم بھومی مندر کی تعمیر کے لیے متعصب ہندوؤں کا اُٹھایا ہوا طوفانِ مُسلم کُشی، جس میں سینکڑوں جانیں، بے حساب اموال، کتنے ہی گھر اور کتنی ہی دکانیں تباہ ہو چکی ہیں اور ابھی مزید سیلاب اُٹھانے کی تیاریاں ہیں۔

آج (۱۹ دسمبر) کی تازہ ترین خبر یہ ہے کہ بہار کے ایک گاؤں کے تمام مسلمان مردوں کو گولی ماردی گئی اور پھر عورتوں کو بھی شیطنت کا نشانہ بنانے کے بعد ختم کر دیا گیا۔[1]

ایران اور عراق جنگ بندی کے بعد اب ایک طرف اپنے شہریوں اور ان کی املاک کے زخموں کو دیکھ رہے ہیں اور دوسری طرف معیشت کی جراحتوں کا اندازہ لگا رہے ہیں۔

---

[1] انہی ستم رسیدہ عورتوں میں سے زندہ بچ نکلنے والی ایک خاتون ملکہ بیگم نے پٹنہ ہائی کورٹ میں درخواست دی ہے کہ چندولی کی پولیس نے اس کے گاؤں کی تمام مسلم آبادی کو ختم کر دیا ہے، چنانچہ ملکہ بیگم کو عدالتی حکم سے ہسپتال میں داخل کرا کے سی آئی ڈی کو اس دردناک وقوعہ کی تحقیقات عدالت میں پیش کرنے کے لیے مامور کیا گیا ہے۔

اسرائیلی ٹینکوں اور گن شپ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ان معصوم ابابیلوں کی تباہی ہو رہی ہے جن کو آخری چارۂ کار کے طور پر تحریکِ انتفاضہ نے کھڑا کیا ہے اور جو ٹینکوں کا مقابلہ کنکریوں سے کر رہے ہیں۔

امریکہ، روس، بھارت، اسرائیل اور کابل کی نجیب گورنمنٹ اس متحدہ مقصد پر جمع ہیں کہ اسلام پر فنڈامنٹلزم کا لیبل لگا کر اپنے تہذیبی سانچے میں ڈھالے ہوئے مسلمان حکمرانوں اور مالی اکابر کو اس کے خلاف جنگ آزما کر دیں اور صحیح نظریۂ اسلامی کو سر نہ اٹھانے دیں۔

"شیطانی آیات" جیسی مسلم آزار کتاب مغرب میں چھپتی ہے اور مغرب شرافت کے اصولوں کے بجائے مسلمانوں کی اذیت رسانی کے لیے سلمان رشدی کا ساتھ دیتا ہے۔ بلکہ پورا مغرب اس پر ایسا متحد ہو جاتا ہے جیسا کم ہی کسی امر پر ہو۔ دراصل اُدھر سے یہ بھی ایک صلیبی جنگ ہے۔ برطانیہ میں عیسائیت کی توہین جرم ہے، مگر ایسی ہی توہین اسلام یا کسی اور مذہب کے خلاف ہو تو جرم نہیں۔ یہ ہے عقلی اور جمہوری دور کا اوجِ کمال۔

عام انسانیت اپنی اکثریت کے لحاظ سے غربت میں پس رہی ہے۔ بے روزگاری کو فروغ حاصل ہے۔ کتنے ہی علاقے خوراک کی کمی کا شکار ہیں۔ ہزاروں آدم زادوں کو پینے کا صاف پانی دستیاب نہیں، نت نئی خوفناک بیماریاں بڑھ رہی ہیں، ان کے دوا و علاج کا خرچہ عام آدمی کی دسترس سے باہر ہے۔ کتنی ہی مخلوق (ایشیا اور افریقہ میں) کمپوں میں بے گھر، بے در پڑی ہے۔ عدالتی انصاف کا اوّل تو حصول مہنگا اور ملے تو اس کا معیار بھی گرا ہوا۔

اخلاقی پہلو سے دیکھیں تو سیاست، معیشت اور بین الانسانی تعلقات سب کے لیے مشینی نقطۂ نظر کام کرتا ہے۔ فرد سے لے کر سماجی اداروں اور ریاست و حکومت تک کہیں اب اخلاقی قدروں کی بالادستی نہیں رہی۔ ایمان اور ضمیر کو کوئی وزن حاصل نہیں۔ ہر شخص کے ذہن میں خوف کے کئی کئی بھوت منڈلا رہے ہیں۔ مجرموں کا خوف،

اکثریت کا خوف، (اور کہیں کہیں شرپسند اقلیتوں کا خوف) جدید ہلاکت انگیز اسلحہ کا خوف، ماحول کی آلودگی کا خوف، بعض ہولناک اور ناقابلِ علاج بیماریوں کا خوف، قوموں اور ملکوں اور نسلوں کی تقسیموں کے علاوہ انسانی ایجاد کردہ فلسفوں اور نظریوں کی تقسیمیں اور ان تقسیموں کا خوف، گاڑی یا جہاز یا بازار میں لیکایک بم پھٹ جانے کا خوف، جہازوں کے اغوا کا خوف، آدمیوں کے اپنے اغوا کا خوف، لٹیروں اور عزّت کے ڈاکوؤں کا خوف، ہیروئن اور ہیروئن کے تاجروں اور شکاریوں کا خوف، معاشی خوف، بات بے بات چاقو اور گولی کا خوف، پروپیگنڈے بازوں کے حملے کا خوف، جنسی جنون سے ماحول کو آلودہ کرنے والوں کا خوف، نفسیاتی خلل کے مریضوں کا خوف ـــ غور کیجیے کہ علم، جمہوریت، عقل، سائنس اور ٹیکنالوجی کی دنیا نے انسانوں کے دلوں اور ان کے ضمیروں اور کرداروں کو نظر انداز کر کے یک طرفہ بھینگی ترقی کے نتیجے میں انسان کو کہاں لا کھڑا کیا ہے؟

متذکرہ احوال نے عین پاکستان کے اندر ہم کو گھیر رکھا ہے۔ تخریب کاری عام ہے، باہر سے تربیت پا کر آنے والے تباہ کار کھلم کھلا کام کر رہے ہیں۔ بات بات پہ ہر روز قتل کی خبریں اور وہ بھی انتہائی بہیمانہ، بنکوں اور بسوں اور گاڑیوں پر ڈاکے، بڑوں اور بچوں کو اغوا کر کے بھاری فدیوں کے بدلے میں رہائی دینے کے واقعات، علاقائیت، نسلیت، فرقہ واریت اور لسانیت کے فتنوں کا اُبلتا ہوا لاوا۔ کھلم کھلا بیرونی افراد اور لٹریچر اور اسلحہ کا داخلہ، قدم قدم پہ خیانت کے کھیل، دفتر بہ دفتر رشوت کا کاروبار، (مگر کھلے بندوں)، ٹیکسوں کا انتہائی شدید بوجھ، بیرونی قرضوں کا بوجھ، افراطِ زر کا بڑھنا، اور خارجہ تجارت میں خسارہ، بیروزگاری کا پھیلاؤ، حکمران طبقہ کی شاہ خرچیاں، خزانے کی سکت سے زیادہ وزرا و مشیروں اور سیکرٹریوں کی رجمنٹوں کا مالی بار۔

یہ اسلامی نظام کا پیمان باندھ کر اس سے فرار کی سزا ہے جو کبھی آمریت کی شکل میں ملتی ہے، کبھی مارشل لا کی شکل میں، کبھی جمہوری فسطائیت کی شکل میں، اور کبھی ایک خاندان کے گرد گھومنے والی حکومت کی شکل میں۔ اِس سزا سے بچنے کا واحد راستہ